محمد اسحاق بھٹی

ایک آیت

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (التوبہ ۱۱۲)

ترجمہ: توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، اللہ کی حمد و ثنا کرنے والے، سیر و سیاحت کرنے والے رکوع و سجود میں جھکنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کی حفاظت کرنے والے (حقیقت یہ ہے کہ یہی سچے مومن ہیں) اور (اے پیغمبر) مومنوں کو (کامیابی کی) خوشخبری دے دو۔

یہ آیت سورۂ توبہ کی اہم آیات میں سے ہے اور اس میں نہایت اختصار کے ساتھ ان خوش بخت لوگوں کے اوصاف و مدارج بیان کیے گئے ہیں جو ایمان و عرفان کی بلندیوں پر فائز ہیں - یہ کل سات اوصاف ہیں، جنھیں مدارجِ سبعہ سے تعبیر کرنا چاہیے اور جو لوگ ان سے متصف ہیں وہ ایمان کی تمام خوبیوں سے بہرہ ور ہیں - بارگاہِ خداوندی سے ان کو فلاح و سعادت کی بشارت دے دی گئی ہے -

۱- یہ وہ لوگ ہیں جو صدقِ دل سے اپنی لغزشوں پر نادم ہوتے، اپنی کوتاہیوں اور غفلتوں پر اظہارِ افسوس کرتے اور گناہوں سے توبہ کرتے ہیں - انھیں اَلتَّآئِبُوْنَ کہا گیا ہے۔

۲- وہ جو عبادتِ خداوندی میں مشغول رہتے ہیں اور جن کی بندگی و نیاز مندی کی تمام صورتیں اللہ کے لیے وقف ہیں - یہ العابدون کے زمرے میں شامل ہیں۔

۳- وہ جو قول و فکر کی تمام کیفیات کو اپنے دامن میں مجتمع کر کے اللہ کی حمد و ستائش میں لگے ہوتے ہیں اور زبان سے لے کر غور و فکر کی گہرائیوں تک اسی کی تعریف و ثنا میں مصروف ہیں۔ قرآن کی زبان میں ان کو الحامدون سے تعبیر کیا گیا ہے -

۴۔ جنھوں نے علائق دنیوی سے منقطع ہو کر اللہ کی راہ میں سیر و سیاحت کو اپنے لیے ضروری قرار دے لیا ہے اور جو طلبِ علم، حج بیت اللہ اور دیگر امورِ خیر کے لیے دور دراز کے سفر طے کرتے ہیں۔ یہ لوگ السائحون ہیں۔

۵۔ جو اللہ کے حضور سربسجود رہتے ہیں اور ہمیشہ اسی کا خوف ان کے قلب و ذہن پر طاری رہتا ہے۔ قرآن ان کا ذکر الراکعون الساجدون کے الفاظ سے کرتا ہے۔

۶۔ جو صرف اپنی ہی اصلاح کے خواہاں نہیں ہوتے بلکہ دوسروں کی اصلاح و درستی بھی ان کے پیشِ نظر رہتی ہے اور وہ لوگوں کو معروف پر عمل پیرا ہونے کا حکم دینے اور منکرات و منہیات سے دامن کشاں رہنے کی تاکید کرتے ہیں۔ اس پاک باز گروہ کو الآمرون بالمعروف والناہون عن المنکر کہا گیا ہے۔

۷۔ جو ان تمام حدود کی بدرجہ اتم حفاظت کرتے اور ان واجبات و فرائض کو پوری طرح بجا لاتے ہیں جو اللہ کی طرف سے ان پر ضروری قرار دیے گئے ہیں۔ یہ لوگ قرآن کی اصطلاح میں الحافظون لحدود اللہ ہیں۔

یہ نفسِ انسانی کے تزکیہ و تطہیر کے سات درجے ہیں، جو شخص ان درجات کا حامل ہے، قرآن کا فیصلہ ہے کہ اس نے دنیا و آخرت کی تمام بشارتوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا ہے اور وہ فلاح و کامرانی کی بلندترین چوٹیوں پر فائز ہو گیا ہے۔ سلوکِ ایمانی کے ان طبقاتِ سبعہ کو جس ترتیب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اس پر غور کر لینا ضروری ہے۔

بات یہ ہے کہ انسان جب راہِ ہدایت میں قدم زن ہوتا اور وادئ ہدیٰ میں گام فرسائی کرتا ہے تو اس کی اوّلین منزل توبہ اور انابت الی اللہ ہوتی ہے۔ وہ دورِ گزشتہ کی تمام گمراہیوں کو نہ صرف ترک کر دینے کی ٹھان لیتا ہے بلکہ ان پر ندامت و افسوس کا اظہار بھی کرتا ہے اور آئندہ کے لیے بارگاہِ خداوندی میں ان سے کلیتہً مجتنب رہنے کا پیمان باندھتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اس کی اقلیمِ قلب پر صرف اطاعتِ الٰہی کا عَلَم لہرائے اور اپنے جسم و روح کی تمام قوتیں اللہ کی راہ میں صرف کر دے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ اس کے اندر اللہ کی عبادت کے لیے ایک گہرا جذبہ بیدار ہو گا اور وہ العابدون کے زمرے میں داخل ہونے کی سعادت سے بہرہ اندوز ہو گا۔

عبادت کے نتیجے میں قدرتی طور پر ذہنِ انسانی ایک ایسی لطافت و پاکیزگی سے روشناس ہوتا ہے جو اس کو فکر اور ذکر کے مقامِ رفیع پر اچھال دینے کا موجب بنتی ہے اور وہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ اس کے سامنے مشاہدہ و معرفت کے نئے سے نئے دروازے وا ہوتے جا رہے ہیں۔

یہ وہ منزل ہے جو تحمید و تسبیح کی منزل کہلاتی ہے اور جس میں داخل ہوتے ہی بے ساختہ طور پر اس کی زبان سے حمد و ثنا کے میٹھے اور پیارے بول ابھرنے لگتے ہیں۔ جب وہ توبہ و انابت، عبادتِ الٰہی اور تسبیح و تحمید کا عرفان حاصل کر لیتا ہے تو اس کا دل بے قرار ہو جاتا ہے اور روح مچلنے لگتی ہے۔ اب اس کے لیے ایک جگہ بیٹھنا ناممکن ہو جاتا ہے اور وہ علائقِ دنیوی سے قطعِ تعلق کر کے اللہ کے دین کی خدمت کے لیے بے تابانہ دوڑتا ہے۔ راہِ خدا میں جہاد کرتا ہے، طلبِ علم کے لیے ساعی ہوتا ہے، تبلیغِ دین کو اپنا مطمحِ نظر ٹھہراتا ہے اور ہر وہ جدوجہد کرتا ہے، جو بندگانِ خدا کے لیے بہتر اور مفید نتائج کی حامل ہو ــ یہ السائحون کی منزل ہے۔ اس میں انقطاعِ دنیا بھی ہے، عارضی مادی فوائد سے انحراف بھی ہے، آسمان و زمین کی تخلیق میں تدبر و تفکر بھی ہے اور راہِ خدا میں سیر و سیاحت بھی!

بعد ازاں وہ اصلاحِ نفس یعنی الراکعون الساجدون کی منزل کو طے کرتا ہے اور خود کو پوری طرح اللہ کے سامنے گرا دیتا ہے۔ اصلاحِ نفس کے بعد امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مقام آتا ہے۔ گویا جب اس نے اپنے آپ کو اصلاح کے سانچے میں ڈھال لیا اور اپنی ذاتی تعلیم و تربیت کی منزل طے کر لی، تو دوسروں کی اصلاح کے لیے میدان میں اتر پڑا اور ان کو راہِ راست پر لانے اور غلط امور سے محفوظ رکھنے کی ذمہ داری قبول کر لی۔

جب کوئی مسلمان یہ چھ منزلیں طے کر لیتا ہے تو وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ اللہ کے حدود کی حفاظت کرے، اس کے فرض ٹھہرائے ہوئے معاملات کی نگہداشت کے لیے آگے بڑھے اور اپنے آپ کو الحافظون لحدود اللہ کے مقدس زمرے میں داخل کرنے کا اعزاز حاصل کرے۔ یہ سلوکِ ایمانی کا ساتواں درجہ ہے جس شخص نے ان درجاتِ سبعہ سے قلبی تعلق پیدا کرنے اور ان پر عمل کی دیواریں استوار کرنے میں کامیابی حاصل کر لی وہ حلاوتِ ایمانی سے بہرہ اندوز ہو گیا اور اس کے قلب و روح کی دنیا مسرتوں اور بشارتوں کی آماج گاہ قرار پا گئی۔